

سی ہے، جس کی کوئی کل سیدھی نہیں۔

متصوفانہ نقطہ نگاہ کے علاوہ بھی شعر بدیہی حقیقتوں کا حامل ہے۔ مرزا یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اس کائنات میں کوئی بھی شے ایسی نہیں، جو کوئی نہ کوئی مقصد پورا نہ کر رہی ہو۔ حقیقت شناس لوگ ہر شے سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں اور رفتہ رفتہ فطرت کی قوتوں کو مسخر کرتے کرتے انسان زمین سے ستاروں کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے، لیکن جن لوگوں کو حقائق کا کوئی احساس نہ ہو سکا اور غافل رہے، وہ اتنے ہی پر قانع رہے کہ دنیا کو بے حقیقت اور ناقابلِ توجہ قرار دے کر اس سے دُور بھاگنے کی تلقین فرماتے رہے۔

۵۔ شرح : نظارہ اس برقی حسن کے جلوے کا کیونکر متحمل ہو سکتا

ہے، جس کے لیے فصلِ بہار کا جوشِ پردے کا کام دے رہا ہے۔

مولانا طباطبائی جوشِ بہار کو عالمِ اجسام کے ظہور سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، یہ ظہور جس شاہِ حقیقی کے لیے حفاظت کا باعث ہے، اسے نظر کیونکر دیکھ سکتی ہے؟ نظر جب پڑے گی، نقاب ہی پڑے گی۔ یعنی آلکھ جب دیکھے گی، اجسام ہی کو دیکھے گی۔

مرزا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جوشِ بہار کی گلکاریوں اور طراوت افزائیوں کا نظارہ آسان نہیں، حالاں کہ جوشِ بہارِ حسنِ حقیقی کا ایک نقاب ہے۔ اس صورت میں کوئی اصل حسن کی تاب کیا لا سکتا ہے۔

۶۔ شرح : میں نے مانا کہ نگاہیں تیرے رخِ نور پر پڑ رہی ہیں لیکن

اس نامرادل کو کیونکر تسلی دوں؟ وہ محض دیدار سے مطمئن نہیں ہو سکتا، اس کے لیے کچھ اور چاہیے، جس کی تعبیر مولانا طباطبائی نے ”بینہ بہ سینہ“ ہونے سے کی ہے۔

۷۔ شرح : اسد یعنی غالب نے محبوب کے پیغام کی خوشی قربان کر

دی اور یہ رشک برداشت نہ کر سکا کہ قاصد اس کے پاس جائے، بات چیت کرے